42

توکل کرنے والا کبھی ضائع نہیں ہوتا

(فرمودہ ۲۴ر فروری ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان اپنے بندوں پر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے باوجود کمزور ہونے کے اس کے احسان کے ماتحت اس کی دین کی اشاعت میں حصہ لے سکتے ہیں۔ورنہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو طاقت ور سمجھتے ہیں۔ وہ باوجود طاقت و قوت کے اور حکومت و مال کے خدمت دین سے محروم رہ جاتے ہیں۔ میرے نزدیک ہماری جماعت کے لئے ان ضروری مسائل میں سے جنہیں یاد رکھنا چاہیئے۔ ایک یہ بھی ہے کہ وہ خدا کی قوت پر بھروسہ کریں۔ اپنی طاقت پر نہ جائیں میں نے اپنے مبلغوں کو بارہا بتایا اور میں نے خود بارہا تجربہ کیا ہے۔ کہ جب خدا پر توکل کیا اور اپنے وجود کی نفی کی خداتعالیٰ کی طرف سے ایسے ایسے فیضان جاری ہوئے ان کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے بارہا جب سامان نے جواب دے دیا۔ موقع پر خداتعالیٰ نے وہ کچھ دکھایا۔ اور ایسے نازک موقع پر ایسی باتیں بتائیں جو دوسروں کے لئے ہی نہیں اپنے لئے بھی حیرت میں ڈالنے والی تھی۔

متوکل کی مثال ایسے بچے کی ہے جو ماں کی گود میں ہو۔ اس بچے کی نہیں جو چلتا پھرتا ہو۔ چلنے پھرنے والے بچے کے لئے ماں کی محبت جوش مارے گی وہ اس کو کھانے پینے کے لئے دے گی مگر جو اس کی گود میں ہو اس کا اس کو بہت خیال ہوگا۔ یا یہ کہو کہ اس چھوٹے قد کے انسان کی مثال ہے جو کسی بڑے تنو مند اور قد آور انسان کے کندھے پر سوار ہو جو توکل کرتا ہے وہ خدا پر بھروسہ کرتا ہے۔ اور خداتعالیٰ اس کے کام کو آپ درست کرتا ہے۔

اسی جلسہ کے موقع پر دیکھو کہ خداتعالیٰ نے کیا کیا تین مہینہ سے مجھے کھانسی تھی۔ دواؤں سے علاج نہ ہوتا تھا۔ حتیٰ کہ جلسہ کو ملتوی کرنے کا بھی خیال آیا۔ چونکہ میں خیال کرتا تھا کہ بولا نہیں جائے گا۔ اس لئے دوسرے دن کا مضمون پہلے دن رکھا۔ لیکن آپ میں سے بہت کو معلوم ہے کہ اس دفعہ تقریر پہلی تقریروں سے زیادہ لمبے عرصہ تک ہوتی رہی۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ کھانسی کا

مرض بھی ہٹ گیا۔ ڈاکٹر کہتے تھے کہ مت بولو مگر بولنا ہی کھانسی کا علاج ہو گیا یہ خدا کا فعل اور تصرف تھا۔ پھر جتنی کمزور حالت تھی۔ اس کے لحاظ سے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ جلسہ کے بعد کام بالکل چھوڑ دیا جائے۔ لیکن یہ خدا ہی کی مدد ہوتی ہے۔ کہ میں نے معاً" شہزادہ ویلز کی کتاب لکھی جو ۸۰ صفحہ کی کتاب ہے۔ اس کے ترجمہ پر دو تین دن متواتر لگائے انتظام جماعت کے لئے جو تجاویز ہوئیں ان میں حصہ لیا۔ اب ایک اور کتاب لکھی ہے۔ جو امیر افغانستان کے لئے ہے۔ ان ایام میں کام کی وہ کثرت رہی کہ بعض راتوں کو ایک ایک دو بجے تک کام کرنا پڑا۔ اور بعض دفعہ کھانا بھی نہیں کھایا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے کام کرنے کی توفیق دی۔ اس لئے میں جماعت کو کہتا ہوں کہ خدا پر بھروسہ کرو۔ اور اپنے پر بھروسہ مت کرو۔ خوب یاد رکھو کہ سامان دنیوی بھی خدا ہی کے ہیں۔ لیکن بعض دفعہ وہ اپنی قدرت نمایاں کیا کرتا ہے۔ اور ظاہری قانون قدرت کے علاوہ اس کا ایک اور قانون ہے۔ جو وہ اپنے پیاروں کے لئے ظاہر کرتا ہے۔ پھر تم اپنے پر مت نظر ڈالو۔ بلکہ خدا کو دیکھو کہ وہ کیسے مورد نصرت کرتا ہے۔ دنیوی کاموں میں بھی اس پر سامان کے ساتھ توکل کرو۔ مگر دینی مقامات میں خصوصاً توکل کی بہت ضرورت ہوتی ہے۔ بے شک دنیا میں سامان ہوتے ہیں۔ مگر جو چیز دین کی راہ میں روک ہے اس کو چھوڑ دو خدا تمہیں ضائع نہیں کرے گا۔ خدا کی طاقت کا بندوں کی طاقت سے موازنہ نہیں کرنا چاہیئے۔ بڑے بڑے طاقتور دم کے دم میں فنا ہو جاتے ہیں۔ بادشاہوں کی زندگیاں لمحوں میں ختم ہو جاتی ہیں۔ سکندر کا مشہور واقعہ ہے کہ چھوٹی سی عمر میں یونان سے اٹھ کر دنیا پر چھا گیا۔ مگر فتوحات سے خوشی بھی حاصل نہ کر سکا۔ واپسی پر جنگل ہی میں مر گیا۔ یہ تو بادشاہوں کا حشر ہے۔ مگر خدا والوں کا یہ انجام ہوتا ہے۔ مشہور ہے۔ کہ ایک بزرگ[۱] کے خلاف بادشاہ ہو گیا۔ ان کو ان کے مریدوں نے کہا کہ دلی چھوڑ دیجئے کہ بادشاہ[۲] آپ کے مارنے کے درپے ہے۔ سفر سے جب واپس آئے گا تو آپ کو مار ڈالے گا۔ بزرگ نے جواب دیا کہ ہنوز دلی دوراست۔ اسی طرح ہوتے ہوتے جب وہ بادشاہ دلی میں داخل ہونے لگا۔ تو انکو کہا گیا کہ اب تو بچ جائیے۔ بادشاہ شہر میں داخل ہو گیا ہے۔ انہوں نے وہی فقرہ کہا۔ اتنے میں خبر پہنچی کہ دیوار گری بادشاہ نیچے دب کر مر گیا۔[۳]

پس اللہ تعالیٰ پر توکل کرنے والوں کی مدد ایسے راہ سے ہوتی ہے کہ جس کا علم بھی نہیں ہوتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک جنگل میں تھے۔ صحابہ آپ کے ارد گرد رہا کرتے تھے۔ آپ سے جدا نہ ہوتے تھے۔ مگر اس دفعہ آپ جنگل میں دور رہ گئے ایک درخت کے نیچے سو گئے۔ تلوار درخت سے لٹکا دی۔ اتنے میں ایک کافر پہنچا۔ آپ ہی کی تلوار بے نیام کر کے آپ کو اٹھایا۔ اور کہا کہ اب آپ کو کون بچائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ بچائے گا۔ اسی جملہ نے اس پر ایسا اثر کیا اور

ایک بجلی کی رو سی دوڑ گئی۔ جس سے تلوار اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ آپ نے اٹھا کر کہا کہ اب تجھے کون بچائے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے کوئی بچانے والا نہیں۔ اگر وہ مومن ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے سبق لیتا۔ مگر اس نے کہا آپ ہی رحم کریں۔ آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔ ۴۔

پس خدا کی قدرت وسیع ہے۔ اس پر بھروسہ کرنے والا ضائع نہیں ہوتا۔ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم وطن سے نکلے۔ بے وطن ہوئے۔ مکہ والے آپ کو نکال کر اپنی کامیابی پر بہت خوش ہوئے۔ لیکن مدینہ والوں کے دل آپ کی طرف خدا نے مائل کر دیئے اور آٹھ سال میں آپ کے دشمن آپ کے رحم کے محتاج ہوئے۔

پس توکل کرنے والے کامیاب ہوتے ہیں۔ دنیا جس بات میں متوکل کی ہلاکت سمجھتی ہے وہی بات اس کی کامیابی کا ذریعہ ہو جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص اس پر ہاتھ ڈالتا ہے تو وہ ہاتھ شل ہو جاتا ہے زبان کاٹی جاتی ہے۔ وہ دل ٹکڑے کر دیا جاتا ہے جو اس کے خلاف بغض رکھے۔ اس کے لئے خداتعالیٰ معجز نمائی کرتا ہے۔ اور تم نے دیکھا ہے کہ مسیح موعودؑ کے لئے اس نے کیسی کیسی معجز نمائیاں کی ہیں۔ اگر اب بھی کوئی توکل نہ کرے۔ تو اس سے بڑھ کو کون ذلیل ہو گا۔ ہم نے زندہ خدا کو دیکھا ہے۔ جسے مخالفوں نے نہیں دیکھا۔ ہمارا زندہ خدا سے تعلق ہے۔ ان کا خدا سے خوف اگر ہے۔ تو وہ ان مچھلیوں کی طرح ہے جن کا ذکر قصوں میں آتا ہے کہ انہوں نے اس لکڑی کو خدا سمجھ لیا تھا جو سمندر میں گری تھی اور اس کے شور سے وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ اور جب لکڑی ساکن ہوئی تو وہ اس پر اچھلنے لگی تھیں۔ ہمارا خدا زندہ خدا ہے۔ ہم نے اس کی طاقتوں کو دیکھا ہے۔ کیا اس کے باوجود انکار ہو سکتا ہے اگر ہو تو اس کے معنی ہیں کہ آنکھیں مردہ ہیں یا دل مردہ ہیں۔ یاد رکھو کہ ایمان کے مطابق اعمال کا ہونا ضروری ہے۔ خدا مومن کو ضائع نہیں کرتا۔ اگر دنیا میں تکلیف ہو۔ تو اس کو جنت ملنے والی ہے۔ جو ابدی ہے۔ یہاں کی تکلیف چند سال کی ہے جو جلدی ختم ہو جائے گی مگر جو اس کے بدلے میں ملے گا وہ نہ ختم ہونے والا ہو گا۔ جو شخص اس دنیا کو قربان کر دے گا اس کو وہ نعمتیں ملیں گی۔ اس وقت کے بادشاہوں کی حیثیت غلاموں کی سی ہو گی۔ کیونکہ وہ شاہوں کا شاہ رب العالمین تمہارا دوست ہو گا۔ کوئی دنیاوی بادشاہ جس کا دوست ہو جائے اس کو نقصان نہیں ہوتا۔ خدا جس کا دوست ہو۔ اس کو کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک شخص نے قاضی کے پاس امانت رکھی۔ واپس آکر مانگی۔ قاضی صاحب مکر گئے۔ جیسا کہ پہلے زمانہ میں قاعدہ تھا کہ بادشاہ ایک دن فریادیں سنتے تھے۔ اس کے مطابق وہ شخص بادشاہ کے پاس گیا۔ بادشاہ نے کہا کہ کل میری سواری نکلے گی۔ تم قاضی کے قریب کھڑے ہونا۔ میں تم سے ایسے دوست کی طرح باتیں کروں گا جو مدت کے بعد ملا ہو۔ تم مت گھبرانا چنانچہ دوسرے دن

بادشاہ نے ایسا ہی کیا کہ آپ کب آئے۔ اب تک آپ نے ملاقات کیوں نہیں کی وغیرہ۔ قاضی نے علیحدگی میں اس کو بلا کر کہا کہ آپ اپنے روپیہ کی نشانی بتائیں میں بوڑھا ہوں نسیان غالب ہے اس نے بتایا تو قاضی نے کہا کہ پہلے تم نے کیوں نہیں بتایا تھا۔ اور اس کو روپیہ دے دیا۔ غرض خدا تعالیٰ اس انسان کو جو اس کا ہو جاتا ہے وہ کچھ دیتا ہے جو بادشاہوں کو میسر نہیں۔ مومن کو جو ادنیٰ چیز ملے گی۔ وہ یہ ہے کہ اس کو زمین و آسمان سے زیادہ وسیع بہشت ملے گی اس کے مقابلہ میں لوگوں سے جو قربانی طلب کی جاتی ہے۔ وہ کچھ بھی نہیں۔ یہ عام سیاسی شورو شرکیوں ہے۔ محض اس لئے کہ چند ہزار عہدے جو انگریزوں کو ملتے ہیں۔ ہندوستانیوں کو مل جائیں۔ اور دس بیس قانون جو ہزاروں میں سے ہیں۔ بدل دیئے جائیں اس کے لئے لوگ جیل میں جاتے ہیں۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ تو قربانیاں کریں۔ اور ہم قربانی نہ کریں۔ جن کا مطمح نظر خدا ہے۔

یہ باتیں ایمان سے حاصل ہوتی ہیں۔ جس کا ایمان مضبوط ہو۔ دل میں تقویٰ ہو۔ وہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دے ہی نہیں سکتا۔ دنیا اور اس کی بادشاہتیں حقیر ہیں۔ خدا کے بندے کو جو بادشاہت ملے گی۔ اس سے ان کو کوئی نسبت ہی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ نے پکڑنے کے لئے یمن کے گورنر کو حکم دیا۔ اس کے قاصد مدینہ شریف آئے۔ کوئی فوج بھی نہ لی۔ محض اس خیال سے کہ کسریٰ کے حکم کو کون ٹال سکتا ہے۔ آپ سے کہا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ کل جواب دیں گے۔ دوسرے دن فرمایا کہ جاؤ تمہارے خدا کو ہمارے خدا نے مار دیا ہے۔ یہ لوگ یمن میں گئے اور ماجرا بیان کیا۔ گورنر نے کہا چند دن صبر کرو۔ اتنے میں ایران سے جہاز آیا۔ جس میں ایک شاہی خط آیا کہ ہم نے اپنے باپ کو بوجہ ظالم ہونے کے قتل کر دیا ہے۔ اور ہمارے باپ نے جو عرب کے ایک شخص کی گرفتاری کے لئے حکم بھیجا تھا۔ وہ منسوخ سمجھا جائے وہ لوگ یہ دیکھ کر اسلام لے آئے۔

تو خدا کے مقابلہ میں کسی کی دنیاوی طاقت کچھ کام نہیں دیتی ہمیں تبلیغ اسلام میں لگ جانا چاہیئے جو لوگ کسی جماعت کے امیریا سیکرٹری ہیں۔ وہ ادھر توجہ کریں۔ ہماری مثال ڈاکٹر کی نہیں گڈریئے کی ہے۔ جس کی ایک بھی بھیڑ گلے میں واپس نہ آئے تو وہ اس کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑتا ہے۔ یہ نہیں کہ جو ہمارے پاس آگیا۔ اس کی ہم نے خبر لے لی۔ بلکہ جو نہیں آتا اس کا سبب معلوم کریں۔ اس میں جو کمزوری ہو اس کو دور کریں۔ اور اس وقت تک ہم چین نہ لیں جب تک کہ ایک بھی شخص دین سے باہر ہو۔ یہ کافی نہیں کہ چند ہزار یا چند سو کو ہم نے بچالیا۔ کیونکہ کوئی شخص خوش نہیں ہو سکتا کہ اس کا آدھا جسم تندرست ہو۔ لاہور کی آبادی ایک لاکھ کی ہے۔ جب تک ان میں سے ایک بھی احمدیت سے باہر ہے۔ ہمیں آرام نہیں لینا چاہیئے۔ کسی ماں کے اگر بارہ بچے

ہوں۔ تو وہ ایک کے گم ہونے کی صورت میں گیارہ پر صبر نہیں کر سکتی۔ پھر ہمیں کیسے صبر آسکتا ہے۔ کہ لاکھ کی آبادی میں سے ہزاروں ہزار باہر ہوں۔ یہ مت دیکھو کہ ہم اتنے ہو گئے بلکہ یہ دیکھو کہ ہم میں ملنے سے کتنے باہر ہیں۔ اس لئے میں نصیحت کرتا ہوں کہ وقت کم ہے۔ اس طرف توجہ کرو۔ قدم سست مت اٹھاؤ۔ تمہاری نگاہ وہاں نہیں پڑتی جہاں میں دیکھ رہا ہوں۔ تم ان باتوں کو کل دیکھو گے۔ جن کو میں آج دیکھ رہا ہوں۔ تم میں سے ہر ایک سمجھے۔ کہ اس وقت دنیا میں خدا کا مظہر محمدؐ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بروز مسیح موعودؑ آچکا ہے۔ جو آدم ثانی بھی ہے۔ میرا فرض ہے کہ ہدایت جاری کروں۔ وقت گذر رہا ہے۔ جو محسوس نہیں ہوتا۔ اس لئے وقت کی قدر کرو اور سستی کو چھوڑ دو۔

اس کے بعد میں احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ کل مغرب کے بعد یہاں اور بیرونجات کے جو احباب آئے ہوئے ہیں جمع ہو جائیں اس وقت بھی کچھ نصائح کی ہیں اس وقت بھی نصائح اور مواعظ بیان کروں گا۔ کیونکہ ہمارا یہاں آنا اس سے مجھ کو بھی اور آنے والوں کو بھی فائدہ ہو جائے۔ اور وہ غرض پوری ہو جائے جس کے لئے ہم کھڑے کئے گئے ہیں۔

(الفضل ۹ ؍ مارچ ۱۹۲۲ء)

۱۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ

۲۔ شاہ قطب الدین

۳۔ سیر العارفین متر ؍ ص ۱۰۰

۴۔ بخاری کتاب المغازی غزوہ ذات الرقاع